روایتِ ’’حرزِ ابی دجانہؓ‘‘ کی تحقیق

مولانا محمد اللہ بن ولایت جان
متخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’دلائل النبوۃ‘‘ میں ’’حرزِ ابی دجانہؓ‘‘ کے نام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ: حضرت ابودجانہ صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنات کی طرف سے ایذاء رسانی کی شکایت کی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنات کے نام ایک خط لکھوا کر اُنہیں دے دیا، وہ رات کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سو گئے اور جنات کی عجیب وغریب حالت دیکھی۔ جس کا ذکر اس روایت میں موجود ہے۔، اس طرح وہ جنات کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ اب لوگ جنات کے شر سے حفاظت کی غرض سے اس خط کو اپنے گھروں، دکانوں، وغیرہ میں رکھتے ہیں۔

ذیل میں اس بارے میں کلام ہے کہ کیا ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی مذکورہ روایت (حرزِ ابی دجانہؓ) مطلقاً موضوع ہے؟ یا ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت کے علاوہ دیگر کتب میں دوسری سند سے مروی روایت موضوع ہے؟

واضح رہے کہ روایتِ حرزِ ابی دجانہؓ دو مختلف سندوں سے مروی ہے: ایک کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’اللآلی المصنوعۃ‘‘ میں موسیٰ نامی راوی کے طریق سے نقل کر کے اسے موضوع قرار دیا ہے، اور وہ تقریباً بالاتفاق موضوع ہے، اس روایت سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ آخر میں بمع سند کے ذکر کر دی جائے گی، چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

> ’’موضوع وإسنادہ مقطوع وأکثر رجالہ مجهولون ولیس فی الصحابۃؓ من اسمہ موسیٰ أصلا.‘‘(۱)

جبکہ دوسری سند سے مروی روایت کو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’دلائل النبوۃ‘‘ میں ذکر کرنے کے بعد اس کا تابع بھی بتایا ہے، اور موضوع روایت کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔ یہ روایت پہلی روایت

سے سنداً تو مکمل مختلف ہے، متناً بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ''دلائل النبوۃ'' میں روایتِ حرزِ ابی دجانہؓ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''تابعہٗ أبو بکر الإسماعیلي، عن أبی بکر محمد بن عمیر الرازي الحافظ عن أبی دجانۃ محمد بن أحمد ھذا، وقد روي فی حرز أبی دجانۃؓ حدیث طویل، وھو موضوع لا تحل روایتہٗ۔ ''(۲)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی روایت کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں ذکر کرنے کے بعد اس پر کوئی کلام اور تبصرہ نہیں کیا، جبکہ یہ صراحت بھی کی ہے کہ اس کی تخریج امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اگر یہ روایت ان کے ہاں موضوع ہوتی، تو ضرور اس کی تصریح کرتے، جیسا کہ ''اللآلی المصنوعۃ'' میں درج روایت کو نقل کرنے کے بعد اُسے واضح الفاظ میں موضوع قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ان کے نزدیک موضوع نہیں ہے، چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''باب فیہ ذکر حرز الجن المعروف بحرز أبی دجانۃؓ: أخرج البیہقي عن أبی دجانۃؓ قال: شکوت إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...۔''(۳)

''دلائل النبوۃ'' والی روایت ذکر کرتے ہوئے، اور اُسے ضعیف قرار دیتے ہوئے ائمہ نے اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ یہ روایت جس کو علامہ بیہقیؒ نے ذکر کیا ہے، اس روایت کے علاوہ ہے جسے علامہ سیوطیؒ نے ''اللآلی المصنوعۃ'' میں ذکر کیا ہے، جو کہ موضوع ہے، چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

''سماک بن خرشۃ...... وإسناد حدیثہٖ فی الحرز المنسوب إلیہ ضعیف۔ ''(۴)

ابوسعد عبد الملک بن محمد نیسابوری خرکوشیؒ فرماتے ہیں:

''أخرجہ البیہقي فی الدلائل، وقد اشترط ألا یخرج الموضوع وما لا أصل لہٗ، قال البیہقي عقبہٗ: وقد روي فی حرز أبی دجانۃؓ حدیث طویل وھو موضوع لاتحل روایتہٗ. فدل علٰی أن ما أوردہٗ بخلاف ذٰلک، واللہ أعلم۔ ''(۵)

علامہ ابن الاثیر جزریؒ فرماتے ہیں:

''سماک بن خرشۃ: سماک بن خرشۃ، وقیل: سماک بن أوس بن خرشۃ بن لوذان بن عبد ود بن زید بن ثعلبۃ بن الخزرج بن ساعدۃ بن کعب بن الخزرج الأنصاري الساعدي، أَبُو دجانۃؓ، وھو مشھور بکنیتہٖ .... وأما الحرز المنسوب إلیہ فإسنادہٗ ضعیف۔ ''(۶)

ابن الکتان عراقیؒ فرماتے ہیں:

’’(ابن الجوزي) وفی سندہٖ انقطاع إذ لیس فی الصحابۃؓ من اسمہٗ موسٰی أصلاً وأکثر رجالہٖ مجھولون (تعقب) بأن البیھقي أخرجہٗ فی الدلائل (قلت) یعنی من طریق آخر بمخالفۃ لھٰذا بالزیادۃ والنقص ، ثم قال البیھقي: وقد روي فی حرز أبی دجانۃؓ حدیث طویل وھو موضوع لا تحل روایتہٗ، انتھٰی، ونقل القرطبي فی المفھم عن ابن عبد البرؒ أنہٗ قال: حدیث أبی دجانۃؓ فی الحرز المنسوب إلیہ فیہ ضعف وکأنہٗ یعنی روایۃ البیھقي ، واللّٰہ تعالٰی أعلم. ‘‘(۷)

قال المحشی:’’بل روایۃ البیھقي موضوعۃ أیضاً قطعاً. غ. ‘‘

محشی عبداللہ محمد صدیق غماری صاحب کا اس روایت کو موضوع قرار دینا درست نہیں، کیونکہ اول تو انہوں نے کوئی دلیل ذکر نہیں کی، بغیر دلیل کے ان کی بات قابل قبول نہیں۔

اور اگر انہوں نے علی بن محمد الحمادی راوی پر امام حاکم اور دیگر حضرات کے کلام کی وجہ سے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے تو اس کی پوری تفصیل آ رہی ہے، یعنی اس راوی پر کلام کی وجہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت کو موضوع نہیں کہا جا سکتا۔

اور اگر اس روایت میں مذکورہ مجاہیل رواۃ کی وجہ سے موضوع کہا ہے تو بھی قواعد اور اصول کی رُو سے درست نہیں، کیونکہ کسی مجہول راوی کی وجہ سے حدیث پر وضع کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت کی اِسنادی حیثیت

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ نامی راوی کے طریق سے جس روایت کو ذکر کیا ہے، وہ تقریباً سب کے ہاں موضوع ہے۔ البتہ ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت کی سند میں تفصیل یہ ہے کہ ابتدائی دو راویوں کے علاوہ حضرت ابودجانہ صحابی رضی اللہ عنہ تک سلسلۂ سند ’’روایۃ الآباء عن الأبناء‘‘ ہے۔

ابتدائی دو راویوں میں پہلا راوی ثقہ ہے، صحیح بخاری کا راوی ہے، اس پر کوئی کلام نہیں، البتہ دوسرا راوی متکلم فیہ ہے، امام حاکمؒ اس راوی پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’سمعت مسعود بن علي یقول: سألت الحاکم أبا عبد اللّٰہ عن أبی أحمد الحبیبي، فقال: کان یکذب مثل السکر، فقلت: الحسنوی خیر أم الحبیبی؟ فقال الحسنوی أحسن منہ حالاً. ‘‘(۸)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں مذکورہ راوی کی طرف کذب کی نسبت کی ہے، چنانچہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’قال الحاکم: یکذب مثل السکر، الحسنوی أحسن حالا منه. ‘‘(۹)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

’’کذبه أبو عبد اللّٰه الحاکم.... وقال الحاکم أیضًا: کان یکذب، وکان الحسنوی أحسن حالا منه. ‘‘(۱۰)

اس کے علاوہ بعض دیگر ائمہ سے بھی اس پر جرح ثابت ہے، مگر ان کی جرح اس درجے کے نہیں جس سے روایت پر وضع کا حکم لگایا جاسکے۔

چنانچہ علامہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’وأما الحبیبي، فهو عبد الرحمٰن بن محمد الحبیبي المروزي، وعلي بن محمد الحبیبي ابن عمه یحدثان بنسخ وأحادیث مناکیر. ‘‘(۱۱)

سوالات حمزہ بن یوسف سہمیؒ میں ہے:

’’وسألت أبا زرعة أحمد بن الحسین الرازي بالکوفة عن أبی أحمد علي بن محمد بن حبیب المروزي، فقال: ضعیف جدا. ‘‘(۱۲)

مذکورہ راوی علی بن محمد المروزی الحمادی کی صحت اور ضعف کا اصل دار و مدار امام حاکمؒ کے قول پر ہے، کیونکہ یہ امام حاکمؒ کے استاذ اور ان کے ہم عصر ہیں، اس لیے اس بارے میں ان کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ باقی جن ائمہ سے اس پر جرح منقول ہے، امام دارقطنیؒ کے علاوہ ان کے اور اس راوی کے زمانے میں کافی بعد ہے، اور انہوں نے بھی اصل مدار امام حاکمؒ کے قول کو ہی قرار دیا ہے۔

امام حاکمؒ نے اس راوی پر جرح کرتے ہوئے اسے ’’کَذَّاب‘‘ کہا ہے، یعنی اس راوی پر ان سے جرح مفسر ثابت ہے، اور اکیلا ان الفاظ سے جرح مفسر کی صورت میں کسی روایت کو موضوع بھی قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن یہاں پر اگر اس اصل کو جاری کیا جائے، تو پھر ’’المستدرک علی الصحیحین‘‘ والی روایت کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ جبکہ اسی راوی کے ہوتے ہوئے اسے ’’صحیح الإسناد‘‘ بھی کہا ہے، صرف وہ نہیں، علامہ ذہبیؒ نے بھی اسے ’’صحیح غریب‘‘ کہا ہے، حالانکہ جس روایت کی سند میں اگر کوئی راوی کذاب ہو، تو اصول و قواعد کی رو سے اسے موضوع قرار دیا جاتا ہے، مگر یہاں پر اس کے برعکس امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ نے اس روایت کو ’’صحیح الإسناد والمتن‘‘ اور ’’صحیح غریب‘‘ کہا ہے، اس لیے روایتِ حرزِ ابی دجانہؓ کو مذکورہ راوی علی بن محمد الحمادی پر کلام کی وجہ سے موضوع قرار دینا درست نہیں، جبکہ دیگر بعض ائمہ نے بھی اُسے ضعیف یا سندِ ضعیف سے مروی روایت کہا ہے، ورنہ پھر ’’المستدرک علی الصحیحین‘‘ والی روایت کو بھی موضوع کہنا پڑے گا،

چنانچہ ’’المستدرک علی الصحیحین‘‘ میں امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

’’حدثنا علي بن محمد الحمادي بمرو، ثنا أبو يعقوب إسحاق بن إبراهيم السرخسي، ثنا عبد الرحمٰن بن علقمة المروزي، ثنا عبد اللّٰه بن المبارك، عن شعبة، ومسعر، عن عمرو بن مرة، عن أبي البختري، عن علي رضی اللّٰه عنه، أن النبي صلی اللّٰه عليه وسلم قال لجبريل عليه الصلاة والسلام: من يهاجر معي؟ قال: أبو بكر الصديقؓ. ’’هذا حديث صحيح الإسناد والمتن ولم يخرجاه.‘‘(۱۳)

اور امام ذہبیؒ نے بھی اس حدیث کے بارے میں ’’صحیح غریب‘‘ کہا ہے۔

اب یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ حدیث کی سند میں جس راوی کا ذکر ہے واقعۃً وہی راوی ہے، جس پر امام حاکمؒ نے جرح کی ہے یا کوئی اور ہے؟ تو اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ حمادی نسبت کے دو شخص ہیں: ایک کا نام قاضی ابوالحسن الحمادی ہے، جبکہ دوسرے کا نام علی بن محمد بن عبد اللہ الحمادی ہے، یہ دوسرے امام حاکمؒ کے استاذ ہیں، جن سے مستدرک میں روایت بھی ذکر کی ہے، اور جن پر جرح بھی کی ہے۔

چنانچہ ابوبکر محمد بن موسی الحازمیؒ فرماتے ہیں:

’’باب الحمادي، والحمادي: الأول من ولد حماد بن زيد وهو القاضی أبو الحسن الحمادي....... والثاني ينسب إلی جده وهو علي بن محمد بن عبد اللّٰه الحمادي من أهل مرو، سمع محمد بن موسی بن حماد وغيره، روی عنه الحاكم أبو عبد اللّٰه الضبي.‘‘(۱۴)

محمد بن عبد الغنی ابن نقطہ الحنبلی البغدادیؒ فرماتے ہیں:

’’وأما الحمادي بفتح الحاء المهملة والميم المشددة أيضا وبعد الألف دال مهملة مكسورة فهوأبو أحمد علي بن محمد بن عبيد اللّٰه الحمادي حدث عن محمد بن موسی بن حاتم الباشاني وصالح بن محمد جزرة فی آخرين حدث عنه الحاكم أبو عبد اللّٰه فی تاريخ نيسابور.‘‘(۱۵)

ابن الاثیر الجزریؒ فرماتے ہیں:

’’قلت: فاته النسبة إلی حماد بن زيد واشتهر بها القاضی أبو الحسن الحمادي روی عن الفتح بن شحرف. وفاته أيضًا علي بن محمد بن عبد اللّٰه المروزي الحمادي سمع محمد ابن موسی بن حماد وغيره وروی عنه الحاكم أبو عبد اللّٰه.‘‘(۱۶)

ان دو راویوں کے علاوہ مذکورہ سند میں جتنے راوی ہیں سب مجاہیل ہیں، سوائے ابو دجانہ

صحابی رضی اللہ عنہ کے، کافی تلاش کے بعد کہیں پر ان کا ذکر نہیں ملا۔ ان مجاہیل راویوں میں سے ہر ایک راوی مجہول العین ہے۔

واضح رہے کہ مجہول اور اس کے حکم میں محدثین اور احناف کا اختلاف ہے:

احناف کے ہاں مجہول راوی کی روایت کا حکم یہ ہے کہ اگر صدرِ اول یعنی قرونِ ثلاثہ کا راوی ہو، تو اس کی روایت مقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔ (۱۷)

جبکہ محدثین کے ہاں مجہول کی اقسامِ ثلاثہ (ان کے نزدیک) میں سے مجہول العین راوی کی روایت کے حکم کے بارے میں تین قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ: مجہول العین کی روایت مطلقاً مقبول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: مطلقاً غیر مقبول ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے، بعض کا اس میں بھی اختلاف ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: اس سے روایت کرنے والا اگر صرف ثقات سے روایت کرنے کا عادی ہو، تو مقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔

لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت احناف کے ہاں مطلقاً اور محدثین کے ایک قول -جو کہ محقق ہے- کے مطابق غیر مقبول ہے، یعنی اس میں توقف اختیار کیا جائے گا، جب تک مذکورہ مجاہیل رواۃ کی توثیق یا عدم توثیق ظاہر نہ ہو، اس وقت تک یہ روایت غیر مقبول ہوگی۔ (۱۸)

غیر مقبول ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ موضوع ہے۔

اس لیے مذکورہ مجاہیل راویوں کی وجہ سے روایتِ حرزِ ابی دجانہؓ کو موضوع کہنا درست نہیں ہے۔

اب یہ امر قابل غور ہے کہ قواعد کی رو سے تو یہ روایت احناف اور محدثین کے نزدیک غیر مقبول ثابت ہوئی، مگر ان رواۃ کے ہوتے ہوئے بعض ائمہ حدیث، جن میں حافظ ابن عبد البرؒ، ابن الاثیر الجزریؒ، ابوسعد عبد الملک بن محمد النیسابوریؒ اور ابن الکتانیؒ جیسے ائمہ حدیث حضرات شامل ہیں، انہوں نے صراحت کے ساتھ ''دلائل النبوۃ'' والی روایت کو ضعیف یا سندِ ضعیف سے مروی روایت تو کہا ہے، موضوع نہیں کہا۔ جو تفصیل اور قواعد آج ہمارے سامنے موجود ہیں، یقیناً یہ سب کچھ ان کے سامنے بھی موجود تھا، مگر اس کے باوجود بھی انہوں نے ''دلائل النبوۃ'' والی روایت کو موضوع نہیں کہا۔ ''دلائل النبوۃ'' والی روایت کو کسی نے بھی صراحت کے ساتھ موضوع نہیں کہا، جس کسی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا، اس نے یا تو سکوت اختیار کیا ہے یا واضح الفاظ میں اُسے ضعیف یا ضعیف الاسناد کہا ہے، البتہ ''الخصائص الکبری'' والی روایت کو واضح الفاظ میں موضوع قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس باب میں

کلام کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، چنانچہ استاذ نورالدین عتر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''غیر أنہ لما کان العھد قد بعد برجال الأسانید فإنہ یجب الاحتیاط الشدید فی ھٰذا الأمر، ولا یظن ظان أنہ من السھولۃ بحیث یکتفی فیہ بتقلیب کتب فی الرجال، کما یتوھم بعض الناس، حتی قد یتجرأ علی مخالفۃ الأئمۃ فیما حققوہ وقرروہ، بل یجب أن یوضع فی الحسبان کافۃ احتمالات الوھن والنقد فی السند والمتن، ثم لا یکون الحکم جازمًا، بل ھو حکم علی الظاھر الذی تبدی لنا۔''(۱۹)

باقی علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں یزید بن صالح کے ترجمہ میں غلام خلیل -جس کا نام احمد بن محمد بن غالب البغدادی ہے- کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ: انہوں نے یزید بن صالح کے طریق سے حرزِ ابی دجانہؓ- جو کہ مکذوب ہے-نقل کیا ہے، جسے حافظ ابن حجرؒ نے بھی من گھڑت قرار دیا ہے۔ سند کے صحیح ہونے کے باوجود بھی علامہ ذہبیؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، کیا اس سے مراد ''دلائل النبوۃ'' والی روایت ہے یا اس کی وجہ سے ''دلائل النبوۃ'' والی روایت پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

اس کی وجہ سے ''دلائل النبوۃ'' والی روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی وہ اس سے مراد لی جاسکتی ہے دو وجہ سے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ ''دلائل النبوۃ'' کی روایت میں احمد بن محمد بن غالب البغدادی المعروف بہ غلامِ خلیل اور شعبہ کے نام کا کوئی راوی موجود نہیں ہے، یعنی وہ غلام خلیل کے طریق سے مروی نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے ''بسند الصحیح'' کہہ کر یہ صراحت کردی کہ غلام خلیل کے طریق سے حرزِ مکذوب صحیح سند سے منقول ہے، جبکہ ''دلائل النبوۃ'' کی روایت سندِ صحیح سے منقول نہیں ہے، اس لیے یہاں پر حرزِ مکذوب سے مراد ''دلائل النبوۃ'' کی روایت نہیں لی جاسکتی۔

نیز اگر علامہ ذہبیؒ کی مراد اس سے ''دلائل النبوۃ'' والی روایت ہوتی، تو اس کی تصریح ضرور فرماتے، مگر انہوں نے اس طرف التفات ہی نہیں فرمایا۔

دونوں حضرات علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کے کلاموں کو بالترتیب نقل کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

''یزید بن صالح الذی روی عنہ غلام خلیل حرز أبی دجانۃؓ، وھو حرز مکذوب، کأنہ من صنعۃ غلام خلیل، یرویہ عنہ شعبۃ بقلۃ حیاء بسند الصحیح۔''(۲۰)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''یزید بن صالح: الذی روی عنہ غلام خلیل: حرز أبی دجانۃؓ وھو حرز

مکذوب كأنهٗ من صنعة غلام خليل، يرويه عن شعبة بقلة حياء بسند الصحيح، انتهٰى. وهٰذا إن كان غلام خليل اختلق المتن فلعلهٗ دلس الإسناد فأوهم أن شيخهٗ فيه يزيد بن صالح الفراء المذكور بعدهٗ. ''(۲۱)

''دلائل النبوة'' کی روایت

اب اس کے بعد ''دلائل النبوة'' والی روایت ملاحظہ ہو، چنانچہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

''أخبرنا أبو سهل محمد بن نصرويه المروزي، قال: حدثنا أبو أحمد علي ابن محمد بن عبد اللّٰه الحبيبي المروزي، قال: أخبرنا أبو دجانةؓ، محمد بن أحمد بن سلمة بن يحيى بن سلمة بن عبد اللّٰه بن زيد بن خالد بن أبى دجانةؓ، واسم أبى دجانةؓ سماک بن أوس بن خرشة بن لوزان الأنصاري أملأه علينا بمكة فى مسجد الحرام بباب الصفا سنة خمس وسبعين ومائتين، وكان مخضوب اللحية. قال: حدثنى أبى أحمد بن سلمة قال: حدثنا أبى سلمة بن يحيى، قال: حدثنا أبى يحيٰى بن سلمة، قال: حدثنا أبى سلمة بن عبداللّٰه، قال: حدثنا أبى عبد اللّٰه بن زيد بن خالد قال: حدثنا أبى زيد بن خالد قال: حدثنا أبى خالد بن أبى دجانةؓ، قال: سمعت أبى أبا دجانةؓ يقول:

شكوت إلٰى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقلت: يا رسول اللّٰه! بينما أنا مضطجع فى فراشى، إذ سمعت فى دارى صريرًا كصرير الرحى، ودويًا كدوى النحل، ولمعًا كلمع البرق، فرفعت رأسى فزعًا مرعوبًا، فإذا أنا بظل أسود مولى يعلو، ويطول فى صحن دارى فأهويت إليه فمسست جلدهٗ، فإذا جلدهٗ كجلد القنفذ، فرمى في وجهى مثل شرر النار، فظننت أنهٗ قد أحرقنى، (وأحرق دارى) فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: عامرک عامر سوء يا أبا دجانة! ورب الكعبة! ومثلک يؤذى يا أبادجانة! ثم قال: ائتونى بدواة وقرطاس، فأتى بهما فناولهٗ علي بن أبى طالب وقال: اكتب يا أبا الحسن! فقال: وما أكتب؟ قال: اكتب: '' بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. هٰذا كتاب من محمد رسول رب العالمين صلى اللّٰه عليه وسلم، إلى من طرق الدار من العمار، والزوار، والصالحين، إلا طارقًا يطرق بخير يا رحمٰن! أما بعد: فإن لنا، ولكم فى الحق سعةً، فإن تک عاشقًا مولعًا، أو فاجرًا مقتحمًا أو راغبًا حقًا أو مبطلاً، هٰذا كتاب اللّٰه تبارک وتعالٰى ينطق علينا وعليكم بالحق، إنا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون، ورسلنا يكتبون ما تمكرون، اتركوا صاحبَ كتابى هذا، وانطلقوا إلى عبدة الأصنام، وإلى من يزعم أن مع اللّٰه إلٰهًا آخر. لا إلٰه إلا هو كل شيء هالک إلا وجههٗ له

الحكم وإليه ترجعون. يغلبون حم لا ينصرون، حٓمٓ عٓسٓقٓ، تفرق أعداء اللّٰه، وبلغت حجة اللّٰه، ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه فسيكفيكهم اللّٰه وهو السميع العليم ‘‘... قال أبو دجانةؓ: فأخذت الكتاب فأدرجتهٗ وحملتهٗ إلى دارى، وجعلتهٗ تحت رأسى وبت ليلتى فما انتبهت إلا من صراخ صارخ يقول: يا أبادجانة! أحرقتنا، واللات والعزى، الكلمات بحق صاحبک لما رفعت عنا هٰذا الكتاب، فلا عود لنا فى دارک، وقال غيرهٗ فِي أذاک، ولا فى جوارک، ولا فِي موضع يكون فيه هٰذا الكتاب. قال أبو دجانةؓ: فقلت لا، وحق صاحبي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لأرفعنهٗ حتى أستأمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. قال أبودجانةؓ: فلقد طالت على ليلتى بما سمعت من أنين الجن وصراخهم وبكائهم، حتى أصبحت فغدوت، فصليت الصبح مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأخبرتهٗ بما سمعت من الجن ليلتى، وما قلت لهم. فقال لى: يا أبا دجانة! ارفع عن القوم، فو الذى بعثنى بالحق نبيًا إنهم ليجدون ألم العذاب إلٰى يوم القيامة. تابعهٗ أبو بكر الإسماعيلى، عن أبى بكر محمد بن عمير الرازي الحافظ عن أبى دجانة محمد بن أحمد هٰذا، وقد روي فى حرز أبى دجانةؓ حديث طويل، وهو موضوع لا تحل روايتهٗ. ‘‘(۲۲)

’’اللآلی المصنوعة‘‘ کی روایت

ذیل میں امام سیوطیؒ کی ’’اللآلی المصنوعة‘‘ والی روایت اور امام بیہقیؒ کی ’’دلائل النبوة‘‘ والی روایت، دونوں بمع ان کی سندوں کے ذکر کی جاتی ہیں، چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

’’(أخبرنا) هبة اللّٰه بن أحمد الجريري أنبأنا إبراهيم بن عمر البرمكي أنبأنا أبوبكر محمد بن عبد اللّٰه بن خلف بن نجيب حدثنا يحيى أبو يعلى عن حمزة بن محمد بن شهاب العكبري حدثنا أبى حدثنا إبراهيم بن مهدي الأيلي حدثنا عبد اللّٰه بن عبد الوهاب أبو محمد الخوارزمي حدثنى محمد بن بكر البصري حدثنا محمد بن أدهم القرشي عن إبراهيم عن موسى الأنصاري عن أبيه قال: شكى أبو دجانة الأنصاريؓ إلٰى رسول اللّٰه فقال: يا رسول اللّٰه! بينا أنا البارحة نائم إذ فتحت، فإذا عند رأسى شيطان فجعل يعلوه ويطول، فضربت بيدى إليه فإذا جلده القنفذ، فقال رسول اللّٰه: ومثلک يؤذى يا أبا دجانة! عامر دارک عامر سوء ورب الكعبة! ادع لى على بن أبى طالب فدعاه يا أبا الحسن! اكتب لأبى دجانة الأنصاري كتابًا لا شىء يؤذيه من بعده، فقال: وما أكتب؟ قال: اكتب:

’’بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ھٰذا کتاب من محمد النبي العربي الأمي التهامي الأبطحي المكي المدني القرشي الهاشمي صاحب التاج والهراوة والقضيب والناقة والقرآن والقبلة صاحب قول لا إلٰه إلا اللّٰه إلٰى من طرق الدار من الزوار والعمار إلا طارقًا يبرق بخير ، أما بعد! فإن لنا ولكم فی الحق سعةً فإن يكن عاشقًا مولعًا أو مؤذيًا مقتحمًا أو فاجرًا مجتهرًا أو مدعی حق مبطلاً فهٰذا كتاب اللّٰه ينطق علينا وعليكم بالحق ورسله لديكم يكتبون ما تمكرون، اتركوا حملة القرآن وانطلقوا إلٰى عبدة الأوثان إلٰى من اتخذ مع اللّٰه إلٰهًا آخر، لا إلٰه إلا هو رب العرش العظيم يرسل عليكما شواظ من نار ونحاس فلاتنتصران فإذا انشقت السماء فكانت وردة كالدهان فيومئذ لا يسأل عن ذنبه إنس ولا جان ، ثم طوى الكتاب ، فقال: ضعه عند رأسک فوضعه فإذا هم ينادون النار النار أحرقتنا بالنار واللّٰه ما أردناک ولا طلبنا أذاک ولكن زائر زارنا فطرق فارفع الكتاب عنا ، فقال والذی نفس محمد بيدهٖ لا أرفعه عنكم حتى أستأذن رسول اللّٰه فأخبرهٗ فقال: ارفع عنهم ، فإن عادوا بالسيئة فعد عليهم بالعذاب، فوالذی نفس محمد بيدهٖ ما دخلت هذه الأسماء دارا ولا موضعًا ولا منزلًا إلا هرب إبليس وذريتهٗ وجنودهٗ والغاوون.‘‘

موضوع: وإسنادهٗ مقطوع وأكثر رجالهٖ مجاهيل وليس فی الصحابةؓ من اسمهٗ موسٰی أصلا. ‘‘(۲۳)

مذکورہ بالا روایت کی سند میں موسیٰ نامی راوی کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

’’موسٰی الأنصاريّ شخص كذّاب، أو اختلقهٗ بعض الكذابين، قال أبو الفرج بن الجوزيّ فی الموضوعات – بعد أن ساق حرز أبي دجانةؓ، من طريق محمد بن أدهم القرشي، عن إبراهيم بن موسى الأنصاريّ، عن أبيه ... بطولهٖ: هٰذا حديث موضوع، وإسنادهٗ منقطع، وليس فی الصحابةؓ من اسمهٗ موسى، وأكثر رجالهٖ مجاهيل. ‘‘(۲۴)

محمد طاہر پٹنیؒ فرماتے ہیں:

’’حديث حرز أبی دجانةؓ فيه مجاهيل ، قلت: أخرجه البيهقي فی الدلائل. الصغانی حرز أبی دجانةؓ واسمه سماک بن خرشة موضوع. وفی اللآلی عن موسی الأنصاري شكی أبو دجانة الأنصاري فقال: يا رسول اللّٰه! بينا أنا البارحة نائم إذ فتحت عيني ، فإذا عند رأسی شيطان فجعل يعلو ويطول فضربت بيدی إليه ، فإذا جلدهٗ كجلد القنفذ ، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ومثلک يؤذی يا أبا دجانة ! عامرک عامر سوء ورب الكعبة اد ع لی علي بن أبی طالب

فدعاه ، فقال: يا أبا الحسن ! اكتب لأبی دجانةؓ كتابا لا شیء يؤذيه من بعده فقال: وما أكتب؟ قال: اكتب:

’’بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم هٰذا كتاب من محمد النبي العربي الأمي التهامي الأبطحي المكي المدني القرشي الهاشمي صاحب التاج والهراوة والقضيب والناقة والقرآن والقبلة صاحب قول لا إلٰه إلا اللّٰه إلٰی من طرق الدار من الزوار والعمار إلا طارقًا يطرق بخير ، أما بعد فإن لنا ولكم فی الحق سعةً ، فإن يكن عاشقًا مولعًا أو مؤذيًا مقتحمًا أو فاجراً يجهر أو مدعيًا محقًا أو مبطلاً فهٰذا كتاب اللّٰه ينطق علينا وعليكم بالحق ، ورسلنا لدينا يكتبون ما تمكرون ، اتركوا حملة القرآن وانطلقوا إلی عبدة الأوثان إلٰی من اتخذ مع اللّٰه إلها آخر لاإلٰه إلا هو رب العرش العظيم يرسل عليكما شواظ من نار ونحاس فلاتنتصران فإذا انشقت السماء فكانت وردة كالدهان فيومئذ لا يسأل عن ذنبه إنس ولاجان ثم طوی الكتاب فقال: ضعه عند رأسک فوضعه فإذا هم ينادون النار النار أحرقتنا بالنار واللّٰه ما أردناک ولا طلبنا أذاک ولكن زائر زارنا وطرق فارفع عنا الكتاب ، فقال: والذی نفس محمد بيده لا أرفعهٗ عنكم حتی أستأذنه صلی اللّٰه عليه وسلم ، فلما أصبح أخبرهٗ صلی اللّٰه عليه وسلم فقال: ارفع عنهم، فإن عادوا بالسيئة فعد إليهم بالعذاب ، فوالذی نفس محمد بيده ما دخلت هٰذه الأسماء دارًا ولا موضعًا ولا منزلًا إلا هرب إبليس وجنودهٗ وذريتهٗ والغاوون. ‘‘

موضوع وإسنادهٗ مقطوع وأكثر رجاله مجهولون وليس فی الصحابةؓ من يسمی بموسٰی أصلا. ‘‘(۲۵)

مذکورہ بالاتفصیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ ’’دلائل النبوۃ ‘‘ کی روایت کوجس طرح مطلقاً صحیح کہنا درست نہیں، اسی طرح اسے مطلقاً موضوع کہنا بھی درست نہیں، البتہ حرزِ ابی دجانہؓ سے متعلق ’’اللآلی المصنوعۃ ‘‘میں موسیٰ نامی راوی سے منقول روایت کوائمہ نے واضح الفاظ میں موضوع قراردیاہے، جبکہ ’’دلائل النبوۃ ‘‘والی روایت کے بارے میں یہ صراحت نہیں ملتی۔ مجاہیل راویوں کے ہوتے ہوئے اُسے ضعیف قراردیا گیا ہے، اس لیے ائمہ کی تصریح کے بعد ہم اسے موضوع نہیں کہہ سکتے۔ یہ ساری تفصیل جوآج ہمارے سامنے ہے، یقیناً ان کے سامنے بھی موجودتھی ، مگراس کے باوجود بھی انہوں نے اسے موضوع نہیں کہا، بلکہ ضعیف کہا ہے، اس لیے کسی حدیث مبارکہ پرکلام کرنے میں غایت درجہ کی احتیاط کی ضرورت ہے۔

نیز اکابر میں سے حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے بہشتی زیور میں، محمد قطب الدین

دہلویؒ نے ظفر جلیل شرح حصن حصین میں حرز ابی دجانہؓ کا ذکر کیا ہے، جبکہ حضرت تھانویؒ نے اسے نہایت مجرب بھی بتایا ہے۔

اور حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے تجلیاتِ صفدر میں نقل کیا گیا ہے۔ (۲۶)

واللہ اعلم بالصواب

حواشی وحوالہ جات

۱:-اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة، ، ج:۲، ص:۲۹۲، ''کتاب الذکر والدعاء''، ط: دار الکتب العلمية. تذکرة الموضوعات:(۲۱۱) ''باب حرز آخر جمعة من رمضان وحرز أبی دجانةؓ ورقية العقرب''، ط:المکتبة القيمة.

۲:-دلائل النبوة للبيهقی:(ج:۷، ص:۱۱۸)''باب ما يذکر من حرز أبی دجانةؓ''، ط:دار الکتب العلمية.

۳:-الخصائص الکبری: ج:۲، ص:۱۶۶، ''ذکر المعجزات فی رؤية أصحابه الجن''، ط:دار الکتب العلمية.

۴:-الإستيعاب فی معرفة الأصحابؓ: (ج:۲، ص:۱۵۱) ''باب السين''، رقم الترجمة: ۱۰۱۰، ط:دار الجيل.

۵:-شرف المصطفیٰ، ج:۵، ص:۵۰۶، ''فصل: ذکر الآيات فی دعائه المبارک''، ط: دار البشائر الإسلامية.

۶:-أسد الغابة، ج:۲، ص:۳۰۰، ''باب السين والميم (سماک بن مخرمة، ''، ط: دار الفکر، بيروت.

۷:-تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، ج:۲، ص:۳۲۴، ''کتاب الذکر والدعاء''،ط: مکتبة القاهرة.

۸:-سؤالات مسعود بن علی السجزی:(۵۷) رقم الترجمة:۳۰، ط: دار الغرب الإسلامی، بيروت.

۹:-سير أعلام النبلاء : ج:۱۶، ص:۴۸، ''الطبقة العشرون''، ط:مؤسسة الرسالة.

۱۰:-لسان الميزان:، ج:۶، ص:۲۲، ''من اسمه علي'' ۵۴۹۱، ط: دار البشائر الإسلامية.

۱۱:-المؤتلف و المختلف، ج:۹، ص:۲۵۷، ''باب الخشي و الحنيني والحبيبي''، ط: دار الغرب الإسلامي، بيروت.

۱۲:-سؤالات حمزة بن يوسف السهمی: (۲۲۴) ''باب العين'' رقم الترجمة: (۴۰۸)، ط: مکتبة المعارف الرياض.

۱۳:- المستدرک علی الصحيحين، ج:۳، ص:۵۳۸، ''کتاب الهجرة وقد صح أکثر أخبارها عند الشيخين''، رقم الحديث: ۴۳۲۵، ط: دار المعرفة.

۱۴:- الفيصل فی علم الحديث، ج:۷، ص:۵۸۸، ''باب: الحمادی والحمادی'' رقم الترجمة: ۱۱۲۱، ط:مکتبة الرشد.

۱۵:- إکمال الإکمال (تکملة لکتاب الإکمال لابن ماکولا) ابن نقطة الحنبلی البغدادی، ج:۱، ص:۱۵۰، ''باب الجماری والحمادی'' رقم الترجمة: ۱۳۰۹، ط: جامعة أم القری.

۱۶:- اللباب فی تهذيب الأنساب لابن الأثير الجزری، ج:۱، ص:۳۸۴، ''باب الحاء الميم''، ط: دار صادر.

۱۷:- قال عبد العزيز بن أحمد البخاري الحنفي: ''وفی الحقيقة المجهول والمستور واحد إلا أن خبر المجهول فی القرون الثلاثة مقبول؛ لغلبة العدالة فيهم وخبر المجهول بعد القرون الثلاثة مردود لغلبة الفسق ''. (کشف الأسرار شرح أصول البزدوي، ج:۲، ص:۴۰۰، ''باب تقسيم الراوي الذی جعل خبره حجة: الراوی المجهول''، ط:دار الکتاب الإسلامي)

۱۸:- مجہول راوی کی دو قسمیں ہیں: ایک کو مجہول العین جبکہ دوسرے کو مجہول الحال کہا جاتا ہے، مجہول العین وہ راوی ہے جس سے روایت کرنے والا صرف ایک شخص ہو، جیسے جبار الطائی ہے کہ ان سے صرف ابواسحق سبیعی نے روایت کیا ہے۔

مجہول الحال کی بھی دو قسمیں ہیں: ظاہراً و باطناً دونوں طرح مجہول ہوگا یا صرف باطناً مجہول ہوگا، جس کو مستور کہا جاتا ہے، پہلے کی روایت مردود ہے اور دوسرے یعنی مستور کی روایت جمہور کے ہاں مقبول ہے، البتہ احناف کے ہاں مستور کی روایت مقبول ومعتبر ہونے کے لیے مستور کا قرونِ ثلاثہ میں سے ہونا شرط ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''فإن سمى الراوی، وانفرد راوٍ واحد بالرواية عنه، فهو مجهول العين كالمبهم''۔ (نزہۃ النظر (۱۲۵) ''مجہول العین''، ط: مکتبۃ سفیر)

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: ''واختلفوا أی: العلماء (هل يقبل) الراوی (المجهول) مع كونه مسمى (وهو على ثلاثة) من الأقسام الأول: (مجهول عين)، وهو كما قاله غير واحد: (من له راو) واحد (فقط) كجبار الطائي....... فإن كل واحد من هؤلاء لم يرو عنه سوى أبی إسحاق السبيعي. (و) لكن قد (رده) أی: مجهول العين (الأكثر) من العلماء مطلقًا. وعبارة الخطيب: ''أقل ما يرتفع به الجهالة أی: العينية عن الراوی، أن يروي عنه اثنان فصاعدا من المشهورين بالعلم، بل ظاهر كلام ابن كثير الاتفاق عليه، حيث قال: ''المبهم الذی لم يسم، أو من سمى ولا تعرف عينه، لا يقبل روايته أحد علمناه. نعم، قال: إنه إذا كان فی عصر التابعين والقرون المشهود لأهلها بالخيرية فإنهٔ يستأنس بروايته، ويستضاء بها فی مواطن، كما أسلفت حكايته فی آخر رد الاحتجاج بالمرسل. وكأنه سلف ابن السبكي فی حكاية الإجماع على الرد ونحوه قول ابن المواق: ''لا خلاف أعلمه بين أئمة الحديث فی رد المجهول الذی لم يرو عنه إلا واحد، وإنما يحكى الخلاف عن الحنفية .''، يعنى كما تقدم. وقد قبل أهل هذا القسم مطلقًا من العلماء من لم يشترط فی الراوي مزيدا على الإسلام، وعزاه ابن المواق للحنفية حيث قال: إنهم لم يفصلوا بين من روى عنه واحد وبين من روى عنه أكثر من واحد، بل قبلوا رواية المجهول على الإطلاق. انتهى.'' (فتح المغيث، ج:۲، ص:۴۸، ''معرفة من تقبل روايتهٔ ومن لا ترد: الاختلاف فی المجهول''، ط:مكتبة السنة)

۱۹:-منهج النقد فی علوم الحديث: (۲۸۴) ''الفصل الثانی: فی أنواع الحديث المردود''، ط: دار الفكر.

۲۰:-ميزان الإعتدال، ج:۴، ص:۴۲۹، ''حرف الياء'' رقم الترجمة: ۹۷۲۱، ط:دار المعرفة.

۲۱:-لسان الميزان، ج:۸، ص:۴۹۸، ''حرف الياء:من اسمه يزيد'' رقم الترجمة: ۸۵۷۱، ط: دار البشائر الإسلامية.

۲۲:-دلائل النبوة للبيهقي:، ج:۷، ص:۱۱۸، ''باب ما يذكر من حرز أبی دجانةؓ''، ط:دار الكتب العلمية.

۲۳:-اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة، ج:۲، ص:۲۹۲، ''كتاب الذكر والدعاء''، ط: دار الكتب العلمية.

۲۴:-الإصابة فی تمييز الصحابة، ج:۶، ص:۳۰۵، رقم الترجمة:۸۶۵۷، ط: دار الكتب العلمية.

۲۵:-تذكرة الموضوعات: ۲۱۱، ''باب حرز آخر جمعة من رمضان وحرز أبی دجانةؓ ورقية العقرب'' ط:المكتبة القيمة.

۲۶:-بہشتی زیور: ۶۵۶، ''حصہ نہم''، ط: دار الاشاعت۔ ظفر جلیل، ص:۱۹۰، ط: حیدری، بمبئی۔ تجلیاتِ صفدر، ج:۴، ص:۴۶۳، ''تعویذ کی ایک کتاب پر تبصرہ''، ط: مکتبۃ امدادیہ۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....